قرآن حکیم کا تصور دین

پروفیسر عمر حیات انصاری' گورنمنٹ کالج فیصل آباد

قرآن حکیم خالق برحق، قادر مطلق اللہ وحدہ لاشریک کا کلام ہے۔ جو نسل انسانی کے لئے حرف بحرف برحق و صداقت سرچشمہ رشد و ہدایت اور کامل و اکمل دستور حیات ہے۔ قیامت تک آنے والے ہر دور کا انسان اپنی فلاح و نجات کے لئے اسی صحیفہ ہدایت کا محتاج ہے۔

مذہب ہر دور کے انسان کی بنیادی ضرورت رہا ہے۔ یعنی کوئی ایسا ضابطہ یا قانون جس کے مطابق زندگی گزاری جائے' انسان کبھی بھی اس بات سے بے نیاز اور لا تعلق نہیں رہا۔ یہ الگ بات ہے کہ تاریخ انسانی کے مختلف ادوار میں کس کس طرح کے مذاہب اختیار کئے گئے اور انسانی زندگی پر ان کے اثرات کس کس رنگ میں مرتب ہوتے رہے؟

چنانچہ اسی انسانی معاشرے میں مظاہر فطرت کو سجدے کئے گئے' شخصیات کو پوجا گیا' مقابر پرستی کی گئی' بے جان مورتیوں اور مجسموں کو واجب العبادات ٹھہرایا گیا۔ یہ بھی مذہب ہی کے مختلف انداز رہے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ یہ سب فطرت سے انحراف اور قانون فطرت سے انحراف ہمیشہ تباہی و بربادی پر منتج ہوتا ہے۔

> **جب کسی مذہب کے پیروکار محض ظاہری رسموں اور نمائشوں میں الجھ جاتے ہیں تو رفتہ رفتہ مذہب کی اصل تعلیمات مٹتی چلی جاتی ہیں۔**

اس سلسلے میں فی زمانہ ضرورت اس امر کی رہی ہے کہ انسان کے سامنے اس بات کی مدلل وضاحت پیش کر دی جائے کہ مخلوق کے تمام تر تقاضوں کو صرف اور صرف اس کا خالق جانتا ہے اور کوئی نہیں اور یہ کہ پوری کائنات کا خالق وحدہ لاشریک ہے جو بے مثال و باکمال و لا زوال ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا کہ:

"خلق السموت والارض بالحق تعلی عما یشرکون۔" (النحل : ۳)

یعنی اس نے آسمانوں اور زمین کو برحق پیدا کیا جس کی ذات اس سے بالاتر ہے جسے لوگ اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں۔

یعنی کائنات کی کسی بھی چیز کو معرض وجود میں لانے میں اس کا قطعاً کوئی شریک نہیں ہے اور اس ابدی حقیقت کی گواہی کائنات کے ذرے ذرے میں موجود ہے۔

حضرت اقبالؒ نے کہا تھا کہ ؎

جو دیکھنا تو دیدہ دل وا کرے کوئی

قرآن حکیم خالق کائنات کی وحدانیت کا ایک ناقابل تردید ثبوت پیش کرتے ہوئے انسان کو لمحہ فکریہ فراہم کرتا ہے۔

"والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیأ وھم یخلقون اموات غیر احیآء و ما یشعرون ایان یبعثون۔" (النحل ۲۰'۲۱)

یعنی لوگ جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ تو کوئی بھی چیز نہیں بنا سکتے بلکہ وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں (یعنی مخلوق ہیں) وہ تو بے جان لاشیں ہیں ان کو تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اٹھائے کب جائیں گے۔

اس ناقابل تردید حقیقت کی روشنی میں قرآن انسان کے سامنے یہ سوال رکھتا ہے کہ:

"افمن یخلق کمن لا یخلق افلا تزکرون۔" (النحل ۱۷)

یعنی جو ذات سب کچھ پیدا کرتی ہے یعنی خالق برحق اس جیسا ہو سکتا ہے جو کچھ بھی پیدا کرنے پر قادر نہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟

اس استدلال کی روشنی میں یہ بات

سمجھنے کے لئے نہایت آسان ہو جاتی ہے کہ جو کچھ بنانے اور پیدا کرنے سے قاصر ہو وہ عبادت اور بندگی کے لائق نہیں ہو سکتا۔ عبادت کا حق اول و آخر خالق حقیقی کا ہے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے:

"والٰهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمٰن الرحيم۔"

نبوت و رسالت کے طویل سلسلے کا خاص اہتمام اسی لئے فرمایا گیا کہ انسان جیسے "احسن تقویم" کے شرف سے مشرف کیا گیا تھا۔ وہ کہیں "وعدہ الست" سے روگردانی کرتے ہوئے احکام اللہ وحدہ لاشریک کی بجائے خواہش نفس کی پیروی نہ کرنے لگ جائے اور زندگی کے کسی بھی معاملے میں اس کا سر اطاعت کسی غیر اللہ کے آگے خم نہ ہو۔

" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس وعدے کو پورا فرمادیا۔ اس نے انبیائے کرامؑ کو مبعوث فرمایا جنہوں نے جنت کی بشارت سنائی اور جہنم سے ڈرایا تاکہ انبیائے کرامؑ کی بعثت کے بعد کسی قسم کا عذر باقی نہ رہے۔"

(مقدمہ مختصر سیرۃ الرسولؐ ص ۱۸)

رشد و ہدایت کا یہ عظیم الشان سلسلہ تکمیل کے مختلف مراحل طے کرتا ہوا اب اس حتمی مرحلے میں داخل ہوا جس کے بعد کسی بھی مزید مرحلے کی گنجائش ختم ہو گئی۔ وہ آخری مرحلہ کہ جس پر عالم انسانیت کے لئے رشد و ہدایت بام عروج کو پہنچ گئی۔ اس پر مہر تکمیل ثبت ہو گئی۔ سلسلہ نبوت و رسالت اختتام کو پہنچ گیا۔

"اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتي و رضيت لكم الاسلام ديناً۔"

(المائدہ ۳)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر اللہ کا دین یعنی دین اسلام ہر لحاظ سے مکمل ہو گیا۔ مکمل کہ جس میں کمی یا ترمیم و اضافے کی کوئی گنجائش باقی نہ رہی مکمل کہ جو نا مکمل پر غالب ہونے والا اور اس بات کا سب سے زیادہ مستحق کہ صرف اسی پر عمل ہو کر فطرت انسانی کا بھی یہی تقاضا ہے اور عقل کا بھی اور اللہ کا بھی یہی فیصلہ ہے۔ اسی کے ساتھ انسان کی ابدی فوز و فلاح وابستہ ہے جس کا دوسرا نام " في الدنيا حسنة و في الآخرة حسنة" ہے۔

دین اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع، جامع اور ہمہ گیر ہے جس کا دائرہ پوری انسانی زندگی پر محیط ہے۔

شریعت کی اصطلاح میں دین سے مراد ایسا راستہ ہے جس پر کامیابی سے چلا جائے۔ ایک ایسا نظام زندگی ہے جس کی راہنمائی میں انسان یوں زندگی گزارے کہ کسی بھی موڑ پر کسی اور شے کی ضرورت باقی نہ رہے۔ ایسا ضابطہ ہدایت ہے جس میں مقصد حیات کی بھرپور وضاحت موجود ہو۔ ایسا معیار ہے جس کی روشنی میں انسان کے کردار کو پرکھا جائے اور جس کے مطابق اس کے انجام کا فیصلہ ہو۔ گویا دین وہ دستور حیات ہوتا ہے جو پیدائش سے لے کر موت تک حیات انسانی کی راہوں کا تعین کرتا ہے اور کوئی بھی شعبہ زندگی محروم ہدایت نہیں رہتا۔ مذہب اور دین میں یہی بنیادی فرق ہے کہ مذہب سے کماحقہ راہنمائی نہیں ملتی۔

تفسیر معارف القرآن کے مصنف لکھتے ہیں کہ:

"عربی زبان میں لفظ "دین" کے چند معانی ہیں جن میں ایک معنی ہیں طریقہ اور روش، قرآن کی اصطلاح میں لفظ دین ان اصول و احکام کے لئے بولا جاتا ہے جو حضرت آدمؑ تک سب انبیاء میں مشترک ہیں اور لفظ شریعت یا منہاج یابعد کی اصطلاحات میں لفظ مذہب فروعی احکام کے لئے بولے جاتے ہیں جو مختلف زمانوں اور مختلف امتوں میں مختلف ہوتے چلے آئے ہیں۔"(معارف القرآن ج ۲ ص ۳۶)

دین اسلام کے ماننے والوں کے لئے یہ بات نہایت ضروری ہے کہ وہ اس دین کے مفہوم کو قرآن حکیم کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کریں جو تعلیمات اسلامیہ اور شریعت محمدیہ کا اصل سرچشمہ اور بنیادی ماخذ و منبع ہے۔ کیونکہ دین اسلام کے معنی و مفہوم اور تقاضوں سے عدم واقفیت کی بناء پر اسلامی معاشرہ بہت سے خرابیوں کا شکار ہے اور "مسلمان" کا اسلامی تشخص بری طرح سے مجروح ہو رہا ہے۔

جناب تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ:

"جب کسی مذہب کے پیروکار محض ظاہری رسموں اور نمائشوں میں الجھ جاتے ہیں تو رفتہ رفتہ مذہب کی اصل تعلیمات مٹتی چلی جاتی

ہیں اور بالآخر بے جان رسول کا ایک ایسا ملغوبہ باقی رہ جاتا ہے جس کا انجام نفسانی خواہشات کی حکمرانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور جو مادہ پرستی کی بدترین شکل ہے۔ (عصر حاضر میں اسلام کیسے نافذ ہو؟ ص ۳۰۷)

''دین'' کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ وہ فطری تقاضوں سے ہم آہنگ ہو ورنہ کوئی ضابطہ اور کوئی نظام دین نہیں ہو سکتا۔ انسانی فطرت سے مراد انسان کا وہ میلان طبع ہے جو پیدائشی طور پر اس کے اندر رکھ دیا گیا۔ فطرۃ اللہ سے مراد مشیت ایزدی یعنی اللہ کی رضا اور اس کا ارادہ و اختیار کل ہے۔ جس کے مطابق تخلیق کائنات کا عمل جاری ہے۔

''فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔''

موسمی اثرات' قدرتی آفات و خطرات سے تحفظ' افزائش نسل' بقائے نسل' ترقی اور کامیابی کی خواہش اور دیگر لا محدود خواہشات انسان کی فطرت میں داخل ہیں جن کو پورا کرنے کے لئے وہ پوری زندگی کوشاں رہتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ مختلف خواہشات ترجیحی بنیادوں پر اس طرح پوری ہوں کہ اس کے لئے طریق کار بھی صحیح اور درست اپنایا جائے تاکہ فائدہ زیادہ سے زیادہ حاصل ہو سکے۔

یہ وضاحت بھی صرف وہی ضابطہ ہدایت' وہی دین کر سکتا ہے جو دین فطرت ہو' قرآن حکیم کے مطابق ایسا ضابطہ رشد و ہدایت صرف اسلام ہے جو اللہ کا دین ہے۔

'' ان الدین عند اللہ الاسلام''

یعنی اللہ کے نزدیک دین تو صرف اسلام ہے۔'

چنانچہ قرآن حکیم کے پیش کردہ اس تصور دین کا صحیح فہم و ادراک ناگزیر ہے جس پر صحیح اسلامی زندگی کی تشکیل کا انحصار ہے۔ ارشاد فرمایا گیا:

''انا انزلنا الیک الکتاب بالحق فاعبد اللہ مخلصا لہ الدین۔'' (الزمر ۲)

بے شک ہم نے آپ کی طرف کتاب (قرآن حکیم) برحق نازل کی ہے پس دین کو اللہ کے لئے خالص رکھتے ہوئے اس کی عبادت کرو۔

قرآن حکیم وضاحت کرتا ہے کہ اللہ کا دین انسان کو تسکین خواہش سے روکتا نہیں بلکہ اسے "Chanalise" کرتا ہے۔ اس کی راہ تسکین کا تعین کرتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ کہ خواہش یوں نہیں' یوں پوری کرو تاکہ اصل مقصد حیات حاصل ہو جائے۔ چنانچہ حضورؐ پیغمبر اسلام محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ:

''لا یومن احدکم حتیٰ یکون ھواہ تبعا لما جئت بہ۔'' (متفق علیہ)

یعنی تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک ایماندار نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کی خواہشات اس (شریعت) کے تابع نہیں ہو جائیں جس کو میں لایا ہوں۔ یعنی قرآن و حدیث۔

جیسا کہ یہ بات پہلے ہو چکی ہے کہ خالق کائنات اللہ وحدہ لا شریک ہے چنانچہ قرآن کا تصور دین انسان کو متوجہ کرتا ہے کہ واجب التسلیم اور قابل عمل دین صرف اللہ کا دین ہے اور اس پر ٹھوس دلائل پیش کرتا ہے۔

''یا ایھاالانسان ما غرک بربک الکریم الذی خلقک فسوٰک فعدلک فی ای صورۃ ماشاء رکبک۔'' (الانفطار)

اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے رب کریم کے بارے میں دھوکے میں ڈال رکھا ہے وہ رب کریم کہ جس نے تجھ کو پیدا کیا۔۔۔

لمحہ فکریہ ہے کہ مخلوق (انسان) اپنے خالق کو چھوڑ کر کسی بھی دوسری مخلوق کی عبادت کیوں کرے جبکہ ایسا کرنا سراسر خود فریبی ہے۔ اس لئے قرآن حکیم انسان کو سمجھاتا ہے کہ وہ سوچے سمجھے اور غور کرے اور دین فطرت کی پیروی اختیار کرلے۔

''یا ایھا الناس اعبدوا ربکم الذی خلقکم و الذین من قبلکم لعلکم تتقون۔ (البقرہ)

لوگو! اپنے اس پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا شاید کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔

سید مودودیؒ لکھتے ہیں کہ:

''اختیارات والے کی عبادت نہ کرنا اور بے اختیار کی عبادت کرنا دونوں (باتیں) صریح خلاف عقل و فطرت ہیں۔ عبادت کا

استحقاق پہنچتا ہی اس کو ہے جو اقتدار رکھتا ہے۔ رہی بے اقتدار ہستیاں تو وہ نہ تو اس کی مستحق ہیں کہ ان کی عبادت کی جائے۔۔۔۔ ان کے آگے عاجزی و نیاز مندی کے ساتھ جھکنا اور ان سے مانگنا بالکل ویسا ہی احمقانہ فعل ہے جیسے کوئی شخص کسی حاکم کے سامنے جائے اور اس کے حضور درخواست پیش کرنے کی بجائے جو دوسرے سائلین وہاں درخواستیں لئے کھڑے ہوں انہی میں سے کسی کے آگے ہاتھ جوڑ کے کھڑا ہو جائے۔" (انسان کی حقیقت قرآن کی روشنی میں ص ۴۰۲)

حیات انسانی کا تو مقصد ہی اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرنا ہے۔ قرآن حکیم کا تصور دین اس بات کی پوری وضاحت کرتا ہے:

"وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون." (الذاریات)

اختیارات والے کی عبادت نہ کرنا اور بے اختیار کی عبادت کرنا دونوں باتیں صریح عقل کے خلاف ہیں۔

عبادت کے لفظ سے یوں تو ہم سب واقف ہیں مگر اس کے مفہوم کے ساتھ عام طور پر انصاف نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ عبادت سے صرف ذکر و ورد، نماز و زکوٰۃ اور روزہ و حج وغیرہ مراد لے کر اس لفظ کے معنی و مفہوم اور تقاضوں کو محدود کر دیا جاتا ہے۔

حالانکہ دین اسلام میں عبادت کا مفہوم بہت وسیع، جامع اور ہمہ گیر ہے جس کا دائرہ پوری انسانی زندگی پر محیط ہے۔ قرآنی تصور دین کے مطابق عبادت سے مراد اللہ کے حکم کی تعمیل ہے، وہ حکم نہ صرف نماز روزے سے متعلق بلکہ کسی بھی شعبہ زندگی سے متعلق ہو سکتا ہے اور یوں عبادت کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ تمام تر احکام و قوانین اسلام انسانی زندگی میں نافذ العمل ہو جائیں۔ چنانچہ فرمایا گیا کہ:

"یا ایها الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة ولا تتبعوا خطوات الشیطن انه لکم عدو مبین." (البقرہ ۲۰۸)

مسلمانو! دائرہ اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کیا کرو بے شک وہ تو تمہارا کھلم کھلا دشمن ہے۔

گویا قرآن حکیم ہمارے سامنے جس دین کا تصور پیش کرتا ہے اس کی رو سے ضرورت اس امر کی ہے کہ ہماری نشست و برخاست، خوردو نوش، رفتار و گفتار، رشتہ و قرابت، ازدواجی زندگی، انفرادی و اجتماعی زندگی، معیشت و ثقافت، حکومت و سیاست، تعلیم و تربیت غرض پوری معاشرت عملاً اسلام کے مطابق ڈھل جائے تب کہیں عبادت کا مفہوم ادا ہوگا۔

ایک اور غلط فہمی جس کی وجہ سے مسلمان کی زندگی میں خرابی پیدا ہوتی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے اصل بگاڑ کی بہت بڑی وجہ یہی ہے کہ دین کو زندگی کا کوئی شعبہ یا پہلو سمجھ لیا گیا ہے۔ چنانچہ معاشی، سیاسی، تہذیبی و ثقافتی یا تعلیمی شعبہ ہائے زندگی کی طرح دین کو مذہبی پہلو سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے یہ ہوتا ہے کہ زندگی کے جملہ پہلوؤں کے لئے دین سے راہنمائی حاصل کرنا ضروری نہیں سمجھا جاتا۔ نتیجتاً مضبوط و مربوط ہونے کی بجائے زندگی کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے۔

اسلامی نقطہ نظر سے "دین" حیات انسانی کا کوئی شعبہ نہیں بلکہ ضابطہ حیات ہے جو تمام تر شعبہ ہائے حیات کو کنٹرول کرتا ہے۔ "ادخلوا فی السلم کافة" کا حکم اسی بات کی وضاحت کر رہا ہے۔ دین اسلام کے مکمل ضابطہ زندگی اور کامل و اکمل نظام فکر و عمل ہونے کا بھی یہی مطلب ہے۔ منتشر اجزائے ہستی کی شیرازہ بندی اسی بات کو سمجھنے میں ہے اور بحیثیت مسلم زندہ رہنے کے لئے یہ اشد ضروری ہے۔

"و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منه وهو فی الآخرة من الخسرین." (آل عمران ۸۵)

مطلب یہ کہ دین اسلام کے علاوہ کوئی اور دین کسی بھی صورت میں قابل قبول نہیں ہے۔ اس لئے کہ دیگر مختلف ادیان و مذاہب عالم میں سے کوئی بھی "دین" کے صحیح معنی و مفہوم پر پورا نہیں اترتا۔ ایسا دین صرف اسلام ہے۔

"هو الذین ارسل رسوله بالهدیٰ و دین الحق لیظهره علی الدین کله و کفیٰ بالله شهیداً."

اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول آخر الزمان کو مکمل ہدایت اور دین برحق کے ساتھ مبعوث فرمایا تاکہ اس دین (دین اسلام) کو باقی تمام ادیان و مذاہب پر غالب کر دے اور اس پر اللہ کافی گواہ ہے۔

قرآن کے پیش کردہ تصور دین کے بقیہ صفحہ نمبر ۴۷